مترجمین:۔ محسن تقویم اللہ

عبدالقادر

عتیق الرحمٰن

ایران میں اہلِ سنّت کی حالتِ زار پر

زاہدان کے مولانا عبدالحمید صاحب کا ایک انٹرویو

''سنّی آن لائن'' ویب سائٹ نے زاہدان (ایران) کے نامور عالم دین اور وہاں کی جامع مسجد کے خطیب شیخ الاسلام مولانا عبدالحمید صاحب سے ایک انٹرویو کیا ہے، جو ایران میں اہل سنت کے ساتھ پیش آنے والے ایک المناک سانحے سے متعلق ہے، جس میں ایرانی صوبہ سیستان کے ایک قصبے ''عظیم آباد'' میں اہل سنت کی مذہبی درس گاہ ''مدرسہ اُبی حنیفہ'' کو مسمار کر دیا گیا تھا، مولانا عبدالحمید صاحب ایران میں اہل سنت والجماعت کے ''شیخ الاسلام'' اور وہاں کے دینی مدارس کی تنظیم "اتحاد المدارس الدينية" کے سربراہ ہیں ____ اصل انٹرویو عربی میں ہے حالات سے آگاہی کیلئے اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔..................(ادارہ)

سلام و دعا کے بعد:

☼ جیسا کہ آنجناب کو معلوم ہے کہ ''زابل'' میں مدرسہ اُبی حنیفہ کو مسمار کر دیا گیا ہے، آپ کی نظر میں اس حادثے کے اسباب کیا ہیں؟ اور اس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

☐ آپ نے مدرسہ اُبی حنیفہ کو مسمار کرنے کی وجہ پوچھی ہے، میری نظر میں اس کی وجہ تعصب، تنگ نظری اور اہل سنت والجماعت کی ثقافتی اور مذہبی سرگرمیوں کے عدم برداشت کے سوا کوئی اور نہیں ہے، حالانکہ مذہبی و ثقافتی سرگرمیوں کی آزادی بنیادی انسانی حقوق میں سے ہے، ہمارے بعض دوستوں نے بتایا ہے کہ یہ مدرسہ قومی تجارتی شاہراہ کے قریب تھا جس پر ہر گزرنے والے کی نظر پڑتی تھی، بھلا یہ متعصب عناصر سے کیونکر برداشت ہوسکتا تھا؟

اس کے باوجود ہم نے اس سارے معاملے کا بغور جائزہ لیا، اور خوب سوچ و بچار کی، لیکن سوائے تعصب اور دوسروں کے بارے میں عدمِ رواداری کے، ہمیں اس مدرسے کے انہدام کی کوئی اور وجہ نہ مل سکی، اس طرح کے رجحانات اور اقدامات کے نتائج خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں، جن کی

وجہ سے مذہبی اور گروہی فرقہ واریت میں بھی اضافہ کا اندیشہ ہے، کیونکہ جب بھی کسی مسلک کا مدرسہ مسمار کیا جائے، یا مسجد شہید کی جائے جو کہ اس مسلک والوں کیلئے مقدس مقامات ہیں اور جن میں وہ اپنی مذہبی عبادات سرانجام دیتے ہیں، اور اپنے مذہب کے عقائد، مسائل اور احکام وغیرہ سیکھتے ہیں تو لازمی طور پر اس تخریب کاری کے نتیجے میں گروہی تعصب کو شہ ملے گی، جو اس ''وحدتِ امت'' کے نظریے کے سراسر خلاف ہے جس کی ایرانی حکومت علمبردار ہے اور اس کا پرچار کررہی ہے، اب ایک طرف تو اتحاد امت کا دعویٰ ہے اور دوسری طرف بالکلیہ اس کے خلاف کام کیے جارہے ہیں، چنانچہ رفتہ رفتہ فرقہ وارانہ طرفداری کا گراف بلند ہوتا جائے گا اور دلوں سے وہ محبت، خلوص اور اسلامی اخوت کا جذبہ ختم ہوجائے گا جو مختلف فرقوں کیلئے ضروری ہے، اور ان تمام کوششوں کا انجام یہی ہوگا کہ اہل سنت والجماعت کے دل ودماغ پر یہ بات چھا جائے گی کہ اہل تشیع اپنے اقتدار وحکومت میں اہلِ سنت کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اس فکر کا انجام خطرناک ہوگا۔

پھر اس بھیانک واقعے کا دوسرا بدترین نتیجہ یہ ہے کہ اس سے ملک وملت کے دشمنوں کو خوشی کا موقع ملتا ہے، صیہونی وعالمی سامراجی قوتیں تو پہلے ہی برملا اعلان کررہی ہیں کہ ایران کو تباہ کرنے کیلئے انہیں کسی مستقل سرمائے کو خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ یہاں تو پہلے ہی میدان تیار ہے، کیونکہ ایرانی خود ہی اپنے بربادی پر تُلے ہوئے ہیں، اب اگر اس طرح کے واقعات رونما ہوں گے تو لازمی طور پر مسلمانوں کے درمیان نزاع پیدا ہوگا باہمی منافرت کے رجحان میں اضافہ ہوگا، ایک دوسرے کیلئے مشکلات کھڑی ہوجائیں گی تو پھر ایسی صورت میں بھلا دشمن کو تخریب کاری وبربادی کیلئے قوت صرف کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟

☼ اب جبکہ اس حادثے کو ایک عرصہ گذر گیا ہے، کیا حکومت کی طرف سے کچھ مثبت اقدامات سامنے آئے ہیں؟

□ جہاں تک حکومت کی طرف سے مثبت اقدامات کی بات ہے تو ابھی تک ہمارے سامنے کوئی ایسی بات نہیں آئی، جس میں کوئی کارگر تدبیر اختیار کی گئی ہو، اور ہمیں ان سے کوئی ایسی توقع بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر انہوں نے مثبت اقدامات کرنے ہوتے تو وہ یہ تخریب کاری ہی کیوں کرتے، ان لوگوں نے تو اس مدرسے کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے یہ حرکت کی ہے۔

کاش! کہ حکومتی اہلکاروں کو یہ احساس ہوتا کہ اہل سنت اس اندوہناک سانحے کو کبھی نہیں بھلا سکیں گے جس نے ان میں اضطراب اور تنہائی کا احساس اجاگر کیا ہے، اور نہ ہی یہ قصہ ان کے دل ودماغ سے زائل ہو سکے گا، کیونکہ تخریب کاری نہ صرف بری چیز ہے بلکہ حرام بھی ہے۔

اب اگر اربابِ اقتدار اس مسئلے کا کوئی معقول حل نکالیں اور اپنے سنی بھائیوں کے دل ودماغ سے اس بے چینی وتنہائی کے احساس کو زائل کرنے کی کوشش کریں تو جلد ہی اہلسنت والجماعت کی طرف سے بھی گرمجوشی کا اظہار ہوگا اور ناسازگار حالات کی گرماگرمی میں کمی ہوگی، فتنہ ریزی وجنگجوئی کے دروازے بند ہو جائیں گے اور پوری دنیا گواہی دے گی کہ مسئلہ حل ہوگیا ہے، یہ ایک ناخوشگوار حادثہ تھا جس کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔

لیکن اگر مسئلہ جوں کا توں رہا تو اجنبیت اور انفرادیت کا یہ چبھتا ہوا احساس آئندہ نسلوں کی طرف منتقل ہو جائے گا اور دلوں میں بغض وکینہ بیٹھ جائے گا، میں امید کرتا ہوں کہ حکومت اس مسئلے میں سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر اور سوچ وبچار کا مظاہرہ کرے گی، درحقیقت ان تمام تر مذہبی مشکلات کی ذمہ داری حکومتی جماعت کے سربراہ اور اس جماعت کے کردار پر عائد ہوتی ہے، بلکہ ان مسائل کا تعلق ہی انہی سے ہے، کیونکہ تمامتر احکام انہی کی طرف سے جاری ہوتے ہیں، ان حالات میں اگر کہیں تخریب کاری ہو یا اس کا کوئی حل سامنے آئے تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں سوچ وبچار سے کام لے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے اپنا شکوہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے اور اس معاملے کو اسی کی ذات کے سپرد کر دیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں اس کے حل میں کوئی دلچسپی نہیں، کیونکہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے دلوں میں بغض وعداوت اور کینہ رہے، ہم باہمی محبت کے ساتھ، پرامن رہن سہن کے قائل ہیں۔

☼ اس مدرسے کے طلباء کا مستقبل کیا ہے؟ اور ''اتحاد مدارس دینیہ'' کی تنظیم نے ان کے حوالے سے کوئی ایکشن لیا ہے؟

❑ ان بیچارے طلباء واساتذہ کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگا ہوا ہے، وہ ابھی تک حیران وسرگرداں ہیں، ان میں ۵۰۰ کے قریب طلباء، ۳۰۰ طالبات اور ۶۰ کے قریب عملے کے حضرات ہیں، اب یہ طلباء مختلف مساجد میں چلے گئے ہیں۔ پھر یہ طلبہ سالانہ چھٹیوں میں مختلف درسگاہوں میں

جا کر صرف ونحو کے کورسز میں شرکت کرتے ہیں، جبکہ حفاظِ کرام نماز تراویح پڑھاتے ہیں، یہ طلباء چھٹیوں کے بعد لوٹ آئیں گے، ان کو اس بات کی توقع ہے کہ جلد ہی ان کا مستقبل واضح ہوجائے گا، کیونکہ اس وقت وہ تردّد اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہیں، اور انتظار میں ہیں کہ کس طرح اس پریشان کن صورتحال سے انہیں نجات ملے، اور اپنے درسی مشاغل جاری رکھنے کیلئے کوئی راہ نکلے۔

☼ باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ احمد جو زاھد ان کے معروف عالم دین ہیں ان کو حکومت نے گرفتار کرکے ''مشہد'' کے قید خانے سے تہران منتقل کردیا گیا ہے، ان کی اسیری کو اب ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہوچکا ہے، آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور آپ کی ان کے حالات کے متعلق کیا اطلاعات ہیں؟

❏ شیخ احمد نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ عام مسلمانوں کی خدمت میں گزارا ہے، مدرسے میں تعلیم وتربیت کے علاوہ ان کی اہم ترین مصروفیت لوگوں کے جھگڑے اور اختلافات کا حل نکالنا ہے، وہ مدرسہ کے بہترین اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، اور پورے صوبے میں ان کی شخصیت معروف ہے، لوگوں کے تنازعات باہمی کو رفع دفع کرنے اور ان میں صلح کرانے میں ان کو خاص مہارت حاصل ہے، اسی لئے میں نے اپنے دیگر مشاغل، جامعہ میں تدریسی مشغولیت اور اپنے بڑھاپے کی وجہ سے لوگوں کے مسائل حل کرنے اور ان میں صلح وصفائی کے تمام معاملات، انہی کے سپرد کردیئے ہیں، وہ اصول وقواعد اور ہر طرح کے نشیب وفراز کا خیال رکھنے والے آدمی ہیں، اور کبھی بھی انہوں نے خلافِ قانون اقدام نہیں کیا، موصوف میری نیابت میں سرکاری میٹنگز میں بھی شریک ہوتے رہے ہیں، بلکہ اوروں کی نسبت وہی زیادہ شریک رہے ہیں، اور ان کا ریکارڈ آئینے سے بھی زیادہ شفاف ہے، ہماری معلومات کے مطابق ان کی ساری زندگی تہمت کے شبہے سے بھی پاک رہی ہے، پہلے انہیں مشہد لایا گیا اور پھر قید کردیا گیا، حکومت کا پروگرام ہے کہ ان کی رہائی کے عوض اس بات کا عہد لیا جائے کہ اس جامعہ میں غیر ملکی طلباء کو داخلہ نہ دیا جائے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتلادوں کہ غیر ملکی طلبہ صرف ہمارے مدرسے ہی میں نہیں ہیں، ان کی اکثریت تاجکستان سے تعلق رکھتی ہے، اگر کچھ افغانی ہیں تو ان کے والدین شروع ہی سے افغانستان سے ہجرت کرکے آئے ہوئے ہیں، یہ طلبہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جو ایران ہی میں مقیم

ہیں، پھر غیر ملکی طلباء تو تمام ممالک میں ہوتے ہیں، بلادِ عربیہ جہاں دینی تعلیم کا اسلوب بدل چکا ہے اور وہاں کے مدارس یونیورسٹیز اور کالجز کی صورت اختیار کر چکے ہیں، شام، مصر، سعودی عرب اور امارات وغیرہ، ان سب ملکوں میں اسلامی دنیا کے طلباء زیرِ تعلیم ہیں جو یونیورسٹی پوری دنیا کے طلبہ کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب ہو جائے اسے دنیا بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ چیز ہر یونیورسٹی کیلئے قابلِ فخر سمجھی جاتی ہے۔

ہندوستان و پاکستان میں کئی مدارس پائے جاتے ہیں جو کہ قدیم اسلوبِ تعلیم رکھتے ہیں، ان میں بھی غیر ملکی طلباء کا آنا قابلِ فخر ہوتا ہے، جو علماء ایران میں مصروفِ کار ہیں، ان کی بڑی تعداد انقلاب سے پہلے دوسرے ممالک میں تعلیم حاصل کرتی رہی ہے، اور تعلیم کا یہ قدیم اسلوب اب بھی ایران کے کئی خطوں میں رائج ہے، اور ایرانی مدارس بھی غیر ملکی طلباء کی آمد پر فخر کرتے ہیں، ایک مرتبہ میں ''بین الاقوامی اسلامی مرکز'' گیا تاکہ غیر ملکی طلباء کے معاملے پر گفت وشنید ہو سکے، مرکز کے سربراہ، اور وہاں پر موجود دیگر حضرات سے گفتگو کی، وہ کہنے لگے کہ اس مرکز میں دس ہزار غیر ملکی طلباء پڑھتے ہیں، اور جب ہم نے تحقیق کی تو ان میں اکثر سنی تھے، نیز خمینی کے مرکزِ علمی اور اسی طرح ''قم'' کے تمام مراکز میں بڑی تعداد غیر ملکی سنّی طلباء کی پائی جاتی ہے، ''قم'' کی سڑکوں پر افریقی طلبہ کی کثرت کی وجہ سے بعض اوقات ایسا لگنے لگتا ہے کہ ہم کسی افریقی ملک میں ہیں، تاجکستانی طلباء کی ایک بڑی تعداد ''قم'' میں بھی پڑھتی ہے، جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ان جدید مدارس میں غیر ملکی طلبہ کو تعلیم کی اجازت ہونی چاہئے تو ہم بھی ان سے کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی ملک کے باشندے ہیں اور جب ''قم'' اور دیگر ایرانی شہروں میں غیر ملکی طلباء کو اجازت فراہم کی جاتی ہے تو ہمیں بھی اجازت ملنی چاہئے، جب ہم ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہیں تو ہمارے مابین فرق روا نہیں رکھا جانا چاہئے، کیونکہ ہم جہاں سنّی ہیں وہاں ایرانی بھی ہیں، اور غیر ملکی طلباء بھی سنّی ہیں، وسطی ایشیائی ممالک کے باشندوں کی اکثریت حنفی مسلک کی پیروکار ہے، لہٰذا وہ ہمارے مدارس میں فقہ حنفی پڑھتے ہیں، پس اس معاملے میں ہم دیگر لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں، جب آپ لوگ ''قم'' میں طلباء کو اجازت دیتے ہیں تو ہمیں بھی اجازت دیں، ہم بھی ایرانی ہیں، ہمارے طلباء ''یوم القدس ریلی'' اور ''۲۲ بھمن'' (یوم کامیابی انقلاب) کے جلسوں میں بھی شرکت کرتے ہیں، اور اسی طرح دوسری سرکاری تقریبات میں اور ہفتۂ وحدت کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں، ملکی قائدین و راہنماؤں کے بیانات سنتے ہیں، ایرانی تہذیب وثقافت سیکھتے ہیں، یہ طلبہ واپس جا کر اپنے اپنے ممالک میں ہماری ثقافت کے داعی ہوں گے، پس ان کا ایران میں پڑھنا تو ملک کے اپنے مفاد میں ہے، اگر یہ

دیگر ممالک کا رُخ کریں گے تو ہماری تہذیب وثقافت کے داعی ومبلغ نہ ہوں گے بلکہ ان انسٹی ٹیوٹس اور سینٹرز کے محافظ وپیروکار ہوں گے، جہاں وہ تعلیم حاصل کریں گے۔

ایک اور نظر سے بھی ہم ان کو دیکھیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ان ممالک میں پلے بڑھے ہیں جہاں ایک طویل عرصے تک اشتراکی نظام کا غلبہ رہا، انہوں نے سوویت یونین کے ٹوٹنے سے پہلے اسی کے زیرسایہ زندگی گزاری ہے، اب وہ قرآن اور اسلام سیکھنے آئے ہیں، اس کے علاوہ ان کا کوئی مقصد نہیں، اور ہماری سرگرمیاں خالصتاً ثقافتی اور تعلیمی سرگرمیاں ہیں اور ہمارا طریقہ بھی خالص اعتدال کا ہے، ہم اتحادِ امت کے خواہاں ہیں اور اس کیلئے کوششیں کرتے ہیں، پس زیادہ بہتر یہی ہے کہ یہ طلباء یہاں پڑھیں اور اگر ہم ان لوگوں کو جو کہ شرعی علوم سیکھنے کیلئے آئے ہیں اپنے مدارس سے نکال دیں گے تو کل قیامت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے، ان پانچ چھ سالوں میں، جن میں ہم غیرملکی طلباء کے معاملے میں لگے ہوئے ہیں، حکومت کھلے دل اور رواداری سے ان طلبہ کو اجازت دے، ہم شورشرابا کرنے والے لوگ نہیں ہیں لیکن جب ہم اجازت لینے جاتے ہیں تو ہمیں منع کیا جاتا ہے، حالانکہ ''قم'' میں پڑھنے والوں کو اجازت ہوتی ہے، ایران میں غیرملکی طلبہ کی تعداد کم ازکم تیس ہزار تو ہوگی، ہمارے صوبے میں غیرملکی طلبہ زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ ہیں، پس ہمارے ان تھوڑے سے طلبہ کو اجازت دیں، کیونکہ یہ ویزا لے کر آتے ہیں، اگرچہ ان کے پاس تعلیمی ویزا نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ مسئلہ حل ہوجائے گا، شیخ احمد جن کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ ان میں قابل اعتراض بات نہیں، ہمارے ساتھ جو کوئی بھی کام کرتا ہے ہم اس کے اعمال واقوال اور احوال کو اچھی طرح پہچانتے ہیں، امید ہے کہ شیخ احمد کو جلد ازجلد رہا کردیا جائے گا اور وہ اپنے وطن اور اہل وعیال کی طرف لوٹ آئیں گے، ان جیسی شخصیات کی نظربندی حکومت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

☼ آپ اس دباؤ کے بارے میں کیا تبصرہ کرتے ہیں جس کا اہل سنت کو سامنا ہے، آپ کی رائے میں یہ کب تک رہے گا؟

❑ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ دباؤ کب تک رہے گا، درحقیقت اس کا انحصار حکومت پر ہے، ہم بھی اہل تشیع کی طرح اس ملک کے باشندے ہیں، تو ہمیں بھی وہ حقوق ملنے چاہئیں جو آئین میں ہمارے لیے مقرر ہیں، ہم ہر اس چیز کو مانتے ہیں جو آئین کی رو سے ہم پر لاگو ہے، اور جن حقوق کا ہم مطالبہ کرتے ہیں وہ ہمارے آئینی حقوق ہیں، امتیازی قوانین تو بہت کم ہیں، مثلاً آئین میں یہ بات ہے کہ جمہوریہ ایران کا صدر اثنا عشری شیعہ ہوگا، ہم نے کبھی اس کا مطالبہ نہیں کیا، اگرچہ آئین کی ان دفعات پر اعتراض کیا گیا ہے جن میں مختلف فرقوں کے درمیان امتیاز کو روا رکھا گیا ہے، اور ہم

جانتے ہیں کہ سنّی اس منصب پر کامیاب نہیں ہوں گے، لیکن دیگر معاملات کے بارے میں آئین ہمیں حقوق دیتا ہے اور ہمیں ابھی تک ان حقوق سے بھی محروم رکھا گیا ہے، لیکن پھر بھی ہم نے صبر کیا اور حکومت کیلئے مشکلات پیدا نہیں کیں، بلکہ صرف قراردادوں پر ہی اکتفا کیا، ہمیں اس بات کی بالکل امید نہ تھی کہ ہمارے اوپر اس طرح مذہبی دباؤ ڈالا جائے گا اور ہماری نمازوں کو بھی برداشت نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی ہمیں اس بات کی توقع تھی کہ پولیس اسٹیشنز اور سرکاری اداروں میں اہلسنت والجماعت کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ ان کے پیچھے ''جمع بین الصلوٰتین'' کریں یا تنہا نماز پڑھیں، حالانکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ شیعوں اور سنیوں کے درمیان عبادت کے طریقوں میں بڑا اختلاف ہے، یہ ممکن نہیں کہ ہم ان کی عبادت گاہوں میں نماز ادا کریں۔

خود شیعہ حضرات حرمین شریفین میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے، بلکہ ہوٹلوں، شاہراؤں اور بقیع میں محفلیں جماتے ہیں، لیکن سعودی حکومت کی طرف سے ان کو کوئی سرزنش نہیں کی جاتی، یہاں ہم شاہراہوں پر نہیں آتے بلکہ اپنے ذاتی گھروں میں یا کسی بڑے شہر میں کوئی عمارت اجرت پر لے لیتے ہیں، اور اس میں عبادت کرتے ہیں، جبکہ آئین ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہم جہاں چاہیں مسجد بنائیں، اور یہ ضروری ہے کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی دی جائے، تاکہ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر عبادت کر سکے، کیونکہ یہ شخصی عبادات ہیں، سیاسی نہیں، لیکن یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ جب کبھی شاہراہوں پر جماعت قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کو سیاسی رنگ دیا گیا، ہمیں مختلف جگہوں پر جماعت کی نماز سے روکا گیا، دارالحکومت تہران میں جمعہ کی نماز سے روکا گیا، اور یہ بات کسی طرح مناسب نہیں کہ لوگوں کو اپنی ذاتی زمینوں پر نماز پڑھنے سے روکا جائے، دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ اہل تشیع کا کوئی ایک خاندان بھی اگر بلوچستان (ایران) میں بستا ہو تو ان کی اپنی ایک مسجد ہوتی ہے، اپنی مذہبی محفلیں قائم کرتے ہیں، اہلسنت کے اکثریتی صوبوں میں اہل تشیع کی اپنی امام بارگاہیں ہوتی ہیں، جہاں وہ اپنے پروگرام منعقد کرتے ہیں، پنج وقتہ نمازوں کے ساتھ نمازِ جمعہ کی بھی ادائیگی ہوتی ہے، اور اس سلسلے میں ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی، اہلسنت امام بارگاہ بنانے میں بھی ان کی مدد کرتے ہیں، نقدی اور زمین بھی مہیا کرتے ہیں، ان کے مقابلے میں ہم زیادہ وسیع النظر ہیں، اگرچہ یہ جملہ بعض حضرات پر نہایت گراں ہوگا، لیکن یہ حقیقت ہے اور اس بات کو ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ اہلسنت شیعہ حضرات سے زیادہ وسیع النظر ہیں، حالانکہ وہ صاحبِ اقتدار بھی ہیں، اگر ہم

صاحبِ اقتدار ہوتے تو شیعہ حضرات کو بھی حکومتی اور سیاسی امور میں شریک کرتے، کسی کو گمان بھی نہ ہوتا کہ یہ خالص سنّی حکومت ہے، ہم میں سے جو لوگ دوسروں کی نمازیں برداشت نہیں کر سکتے، ان کو چاہئے کہ وہ وحدت واتفاق کا نعرہ چھوڑ دیں، وحدت تو اس وقت پائی جائے گی جب ہر فریق دوسرے کی مساجد و مدارس اور نمازوں کو برداشت کرنے کا جذبہ اپنے اندر رکھتا ہو، کوئی قوم اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک وہ فراخ دل نہ ہو، ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ اربابِ حکومت اس معاملے میں غور وفکر کریں گے، کہ اہلسنت والجماعت پر زمین تنگ نہ کی جائے، ہمیں اندیشہ ہے کہ اس تنگ نظری کی وجہ سے کہیں فرقہ واریت شروع نہ ہوجائے جو مستقبل میں عالمگیر سطح پر بدنمائی کا ذریعہ بنے اس کے نتیجے میں شیعہ سنّی فسادات شروع ہوجائیں، میں ہمیشہ یہ بات سوچتا ہوں کہ عالمی استعمار دنیا میں بدنام ہے اور یہ بدنامی کسی ایک مسئلے کی وجہ سے نہیں ہے، بدقسمتی سے ہم بھی انہیں راستوں پر گامزن ہیں اور فرقہ واریت کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں، شیعہ مساجد اور امام بارگاہوں کو نقصان پہنچانے والے اگر مفسدین میں شمار ہوتے ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ سنّی مساجد و مدارس کو نقصان پہنچانے والے بھی مفسدین میں شمار کئے جائیں ہمارے اوپر اس وقت جو مذہبی دباؤ ہے اسے ختم کیا جائے، اور ہمیں اپنے مذہبی معاملات میں آزادی دی جائے۔

☼ آخر میں ذرا یہ بتائیں کہ ان حالات میں آپ اہلسنت والجماعت کو کیا پیغام دینا چاہئیں گے؟

❑ :۔ ان حالات میں تمام اہلسنت والجماعت کیلئے میرا پیغام یہ ہے کہ وہ آپس میں اتحاد واتفاق سے رہیں اور قانون کے دائرے میں اپنے حقوق کا مطالبہ کریں، اپنے مذہبی امور میں ثابت قدم رہیں، دوسروں کے مذہب میں مداخلت سے گریز کریں، آئین کی رو سے بھی دوسرے کے مذہب میں مداخلت جائز نہیں، ہر مذہب کے مسائل الگ ہیں، اور ہر ایک اپنے مذہب کے معاملات میں الگ رائے رکھتا ہے، اہلسنت والجماعت کیلئے یہ بھی وصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کی کثرت کریں، نمازوں اور دیگر ارکانِ دین کا اہتمام کریں اور ہر طرح کے ظاہری اور باطنی قتل سے اللہ کی پناہ مانگیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆